

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

اسلامی تحریکیں جہاں جہاں بھی برسرِ عمل ہیں، شدید مشکلات اور پیچیدگیوں سے دوچار ہیں۔ وہ ہر جگہ بادشاہوں اور آمریتوں کے بوجھ تلے ذہنی گھٹن کی حالت میں اپنے آپ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے سنگین اور وجود شکن حالات کے تحت زندہ رہنا بھی ایک کارنامہ ہے، اور یہ زندہ رہنا بھی اس وجہ سے ممکن ہوا کہ دل دادگانِ حق نے گراں بہا قربانیاں دے دے کر مخالف قوتوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ تم ہمیں ختم نہیں کر سکتے۔ اُدھر نظامِ ہائے جبریت نے بھی یہ اسکیم تیار کر لی ہے کہ جیسے دو گم قدم آگے بڑھانے کا موقع نہ دو۔

ہماری بادشاہتیں اور آمریتیں بجلائے خود ہی کچھ کم نہ تھیں، اب ان کی پشت پر دونوں عالمی طاقتیں بھی آگئی ہیں، اُن کے ساتھ ان کے گلوں کی چھوٹی اقوام بھی ہیں جن میں سے بعض انتہا درجہ کی اسلام دشمن اور مسلم آزار ہیں۔ مثلاً امریکہ کی طرف سے اسرائیل، یونان اور فلپائن اور روس کی طرف سے ویت نام، ابھتی اوپیا (حبشہ) اور البانیہ وغیرہ۔ دونوں عالمی قوتیں فعال اسلامی عناصر کو دبانے کے لیے ایک طرف یہ دلائل دیتی ہیں کہ اسلام کے علمبردار ترقی کی راہ میں حائل ہیں اور وہ عالمی اور قومی ضروریات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور دوسری طرف وہ ہمارے حکمرانوں کو یہ اندیشہ دلاتی ہیں کہ ان عناصر نے اگر زور پکڑ لیا تو تمہارا تخت اُلٹ جائے گا پھر وہ چونکہ اپنی طرف سے سرمایہ، اسلحہ اور ماہرین کی شکل میں بھی امداد دیتی ہیں۔ اس وجہ سے ان

کی ایک دلیل یہ ہوتی ہے کہ اگر اسلامی عناصر کو دبایا نہ گیا تو یہ موجودہ ترتیب کو توڑ دیں گے اور ہماری ساری امدادی مساعی بہ باد ہوجائیں گی۔ پھر وہ مسلم انقلابیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مسلمان قیادتوں کو پروپیگنڈے سے لے کر مچھانسی کے چھندے تک کی ساری اسکیم بنا کے دیتی ہیں۔ یہاں تک مسلم حکومتیں اپنے ہی ذہین اور دیانت دار عناصر کی تباہی کے درپے ہوجاتی ہیں۔

پس ہمارے حکمران اکیلے نہیں ہیں وہ اس مخالف اسلام ہائی کمان کے آلہ ٹائٹے کار ہیں جس کے ہیڈ کوارٹر ماسکو اور واشنگٹن اور تل ابیب میں قائم ہیں۔ اسی ہائی کمان نے امریکہ سے مصر کی سادات حکومت کو ایک جامع خفیہ منصوبہ بنا کر دیا تھا کہ اخوان المسلمون کا زور کس طرح توڑا جاسکتا ہے۔ یہ راز نہاں فاش ہو گیا، لہذا منصوبہ پر عمل مؤخر تو ہو گیا مگر آہستہ آہستہ کام اسی رنج پر ہو رہا ہے اور اگلے مراحل میں زیادہ واضح طور پر ہونے لگے گا۔ ٹھیک اسی طرح عالمی اکابر دوسرے اہم مسلمان ممالک میں — جہاں جہاں اسلامی تحریکیں کام کر رہی ہیں — یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی اٹھتی ہوئی لہر کا رخ مسلم جبریت کیش حکمرانوں کے ہاتھوں پھروا دیا جائے۔

عالمی طاقتوں نے پروپیگنڈے کی وسیع قوتوں اور نو بہ سازشی کارروائیوں کے ذریعے ایک طرف بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں کو بتلائے افتراق کرنے کی مساعی شروع کر رکھی ہے اور دوسری طرف اسلامی تحریکوں کی صفوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہیں۔ ان مساعی اور ہتھکنڈوں کے مظاہر و نتائج جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

دوس اور امریکہ دونوں نے باقاعدہ یہ طے کر لیا ہے (اور کے جی بی اور سی آئی اے کو ہدایت جاری کر دی گئی ہیں) کہ اسلامی تحریکوں کا زور توڑنا ہے۔

اس سلسلے میں پہلی حرکت تو اس پروپیگنڈے کی شکل میں سامنے آئی کہ اسلام کو ٹی خطرناک قوت ہے۔ اور موجودہ مغرب دنیا میں یہ وحشیانہ طاہیت کا ظہور و اقدام ہے۔ اس مفہوم کو نئے پیرائے میں بیان کرنے کے لیے (FUNDAMENTALISM) کی اصطلاح رائج کی

گئی ہے۔

عالمی قوتیں دُور بیٹھ کر اسلامی تحریکوں کے خلاف جو جنگ لڑنا چاہتی ہیں، اس کے لیے اصلی حکمرانوں سے (جو بدل بھی سکتے ہیں) زیادہ اُن کی اُمیدیں مسلمان ممالک کی بیوروکریسی (وہ خالص سول ہو یا فوجی اور رسول ملی قبل) سے وابستہ ہیں جو خولے غلامی میں پختہ، سامراجی دور کی روایات کی پاسدار، مزاج کی سیکولر اور اطوار کے لحاظ سے اباحت پسند ہے۔ بیوروکریسی اور دوسرے لادیتی عناصر اور اُن کی بیگیاں کا محاذ ایک بڑا موثر محاذ ہے۔ اور اس محاذ کو اسلامی تحریکوں کے خلاف اس طرح استعمال کیا جا رہا ہے کہ بالعموم استعمال ہونے والوں کو پتا بھی نہیں چلتا کہ ہم کدھر لے جا رہے ہیں۔

اس محاذ کی مضبوطی کے لیے شراب اور قمار، مخلوط ثقافتی تقاریب، زندانِ آرٹ، عریاں تصویریں، جنسی تحریروں، بیہودہ گانوں کے اسلحہ سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ جہاں جہاں دولت پرستی، مفاد کی بندگی، عریانی و فحاشی اور عورتوں کے سوشل اُبھار کے مظاہر بڑھ رہے ہیں وہاں اسلام کے خلاف عالمی تحریک اپنا کام تیزی سے کر رہی ہے۔

یہ حملہ سیدھا سیدھا اسلامی اقدار و اخلاق کی تباہی کا باعث بن رہا ہے۔ اسلامی تحریکوں کے علمبردار اور محبِ دین عوام گندگی کے اس ریلے کے خلاف لکھتے ہیں، بولتے ہیں، شور مچاتے ہیں، اس کی مذمت کرتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام سے وفا داری رکھنے والی خواتین و طالبات اکثریتی طبقہ نسواں کی نمائندگی کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کرتی ہیں مگر بیوروکریسی کے دیوتا، لادینیت پسند طبقے، ذرائع ابلاغ پر پہلے سے قابض غلبہ اسلام کے مخالفین مضبوط قلعوں میں بیٹھے احتجاجی لہروں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے، بلکہ مرکزی فرمانروا قوت کے گرد گھیر ڈال کر اُسے یہ یقین دلاتے ہیں کہ قوم کی یہ آواز ہے ہی نہیں، قوم تو ساری ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

کوئی مثال یا نظیر ایسی موجود نہیں کہ مغرب زدہ ذہنوں کے اُٹھائے ہوئے کسی اشقے کے خلاف کوئی مسلمان حکومت ڈٹ کر کھڑی ہو گئی ہو کہ کسی خاص غلط نظر پر ورجان کو ہم اپنے ہاں نہیں چلنے دیں۔ خاص طور سے ماڈرن خواتین کا مقام تو اتنا بلند ہے کہ دس بیس بھی اگر اُٹھ کھڑی ہوں تو ٹیلی ویژن پر ساری قوم کے پسندیدہ کسی دینی پروگرام کو بند کر سکتی ہیں اور نص قرآنی کے خلاف انجیل کو پرچم

بنا سکتی ہیں۔

یہ بہت ہی غیر مساویانہ کشمکش ہے، جس میں بیرونی طاقتیں، عالمی مادہ پرستانہ تہذیب، مقامی بیوروکریسی، سیکولر طبقے اور بعض اقلیتی مسلم قوت کے خلاف محاذ آراء ہیں، اور طب اس تصادم میں کوئی فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے تو مرکز می حکمران قوت کا فیصلہ بھی اپنا وزن مخالف پلڑے میں ڈال دیتا ہے۔

آگے چلیں تو یہ نقشہ احوال سامنے آتا ہے کہ مخالف اسلام عالمی قوتیں ہر دائرے میں اور ہر سطح پر مسلم قوت میں دراڑیں پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر عراق اور ایران کی جنگ، اب لیبیا اور سوڈان میں کھچاؤ، ایران اور سعودی عرب (خلیجی ریاستوں سمیت) میں تنازعات، نائیجیریا اور گھانا میں منافرت، شمالی یمن اور جنوبی یمن میں منافات، صومالیہ اور یمن تنازعہ، اور پھر دوسرے مسلم ممالک کی ہمدردیوں کا مختلف اطراف میں تقسیم ہو جانا۔ عالمی اتحاد اسلامی کی ان کوششوں کے لیے تباہ کن ہے جو چند سال سے ہو رہی ہیں۔

پھر مختلف مسلم ممالک کے متعلق پروپگنڈا اور سازشی عمل جاری ہے۔ مثلاً ایران کے خلاف امریکہ اور مغرب میں علانیہ اور روسی حلقہ اثر میں خفیہ طور پر رد عمل کی شدید کبر موجود ہے۔ افغانستان کے خلاف ہمدردی کے پردے میں امریکی و مغربی حلقے اپنا کام لیں کہ رہے ہیں کہ ایک تو وہ افغانیوں کی تحریک اسلامی کو نہیں مانتے بلکہ وطن پرستانہ جنگ آزادی کا تصور ان سے وابستہ کرتے ہیں، دوسرے لفظ ”جہاد“ کا استعمال ان کے لیے تکلیف دہ ہے۔ علاوہ انہیں وہ اپنی عالمی ڈپلومیسی کے گراں قدر تقاضوں کے باوجود ضرورت سے بہت کم غذائی یا طبی اور پروپگنڈے کی امداد دے کہ افغانیوں کو لمبے دور مصیبت سے گزارنا چاہتے ہیں تاکہ وہ پستے پستے آخر کار ایک ایسی سیکولر حکومت و قیادت پر راضی ہو جائیں جو امریکہ و مغرب کو پسند ہو۔

مختلف ملکوں میں اسلامی تحریکوں میں بھی طرح طرح سے رخنہ اندازی ہو رہی ہے۔ مثلاً ہر جگہ کوئی نہ کوئی کمپ اہد ذہنی چھا پہ ماروں کہ ایسا جنتا موجود ہے جو مذہبی خدمت کے طور پر زندہ و فعال

اسلامی تحریکوں پر سنگ باری کرنے میں مصروف ہے۔ ایسے عناصر کو اپنا مثبت و تعمیری کام کرنے سے زیادہ عزیز یہ ہے کہ وہ غلبہ اسلام کا کام کرنے والی نمایاں مرکزی قوتوں میں کیڑے ڈالیں اور ان کے خلاف جلے دل کے پھپھوٹے بھوڑتے رہیں۔ جسے حال میں کوئی چیز نہیں ملتی وہ پچھلے تاریخی واقعات کی نئی نئی ترجمیں کرتا ہے، جسے ماضی میں کچھ نہیں ملتا وہ گول مول الزام گھڑتا ہے اور خاص خاص افراد کو نشانہ بناتا ہے، جسے کوئی معنی نغزبات نہیں ملتی وہ علمبردارانہ تحریک کے کسی ایک لفظ یا فقرے پر سیاق و سباق کو برطرف کر کے بد باطنی کا ایوان تعمیر کرتا ہے، جسے عمل و کردار میں گرفت کی راہ نہیں ملتی وہ اپنی جانب سے ایک خاص نیت فرض کر کے دوسرے کے دل میں فٹ کرتا ہے۔ اور ان سارے کرشمہ سازوں کو بعض غلط اطراف سے تقویت ملتی رہتی ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اسلامی ذہن رکھنے والے فعال و متحرک نوجوان طلبہ کی جو قوت پچھلے چند برس میں اسلامی ملکوں میں پروان چڑھی ہے، وہ بھی حملے کی زد میں ہے۔ پاکستان میں یہ تجربہ بہت نمایاں ہو کر سامنے آگیا ہے کہ تحریکی انداز پر کام کرنے والے طلبہ کے خلاف جامد مذہبیت کے پاساروں نے اپنے طلبہ کی ایک قلیل سی تعداد کو میدان میں اتار دیا ہے۔ ان قلیل القاد اسلامی طلبہ کا گھٹے جوڑ چھوٹی چھوٹی ایک دیجن سے زیادہ جن تنظیموں سے قائم ہوا ہے ان کی مرکزی قوت قیادت بائیں بازو کے قبضے میں ہے، کیونکہ بقیہ عناصر یا تو لادینیت پسند ہیں یا کم سے کم غلبہ اسلام کے مخالف ہیں۔

حال ہی میں بنگلہ دیش میں کمیونسٹ اور لادینیت پسند طلبہ نے خود بخوارانہ حملہ کر کے جس طرح اسلامی ذہن کے طلبہ کو قتل اور گھائل کیا ہے وہ بڑی سبق آموز صورت حالات ہے۔ اس سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالف اسلام ذہن کتنا جارحانہ ہے وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بین بین قسم کی حکومتیں اسلام کا نام لینے کے باوجود اسلامی عناصر کو مسلسل کمزور کر کے کیسے خراب حالات پیدا کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ اسی نہج پر پاکستان میں کام ہو رہا ہے اور یہاں کی حکومت بھی بظاہر ایک "غیر جانبدارانہ" روش اختیار کر کے اسلام کے پاسدار نوجوانوں کے لیے خطرناک حالات پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے۔ طلبہ کی طرح ہمارے یہاں مسلم ذہن کے استادوں کا جو منظم احتجاج و نشوونما پاچکا ہے۔ اس میں سے لادینی کارکنوں نے بڑی ہمارت سے ایک تعداد کو نوڑ کر الگ کر لیا ہے۔

سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کا یہ حال ہے کہ اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والے لوگ تو اب تک جمع نہیں ہو سکے، بلکہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے درمیان دیواریں یا خندقیں پیدا کرنے والی ہیں۔ البتہ اسلام اور پاکستان کے خلاف کام کرنے والوں نے اپنی امامت میں مختلف گروہوں کی صف بندی کی کہ ششیں شروع کر رکھی ہیں۔ ایم۔ آر۔ ڈی ان کی قلعہ بندی ہے، اس کی کان لاؤینیٹ لینڈ پیپلز پارٹی کے ذہن کے پاس ہے اور اس ذہن کے پیچھے کمیونسٹ ٹن دبا تے اور بند کرتے ہیں، در آئیکہ اس قلعے کی فصیلوں پر اچھے حلقے مذہبی اور پاکستان دوست حضرات گشت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

علماء کی شان یہ ہے کہ اول تو ہر کوئی اپنے گروہ کو ساتھ لے کر یا کم سے کم اپنے مدرسے اور محراب و منبر کے ماحول میں اپنے آپ کو واحد برحق تر جان دین سمجھتا ہے، پھر مسجد مسجد میں فرقہ بندی کے اڈے موجود ہیں اور اپنے اپنے لاؤڈ اسپیکروں سے ہر طرف صدائے انا ولا غیر بلند ہو رہی ہے۔ جس میں کبھی کبھی تکفیر کا سُربھی مل جاتا ہے۔ کچھ اور حضرات ہیں جن کے ہاتھوں میں قلم ہیں وہ اسلامی ریاست و حکومت کے بنیادی مسائل میں اپنے اپنے جداگانہ اجتہادات نشر کر رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ اخباری کالموں میں سودا اور مضاربت سے لے کر قربانی اور ختنہ تک کے متعلق رنگا رنگ شگوفے چھوڑ رہے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ”یک بام و دو ہوا“ کے بجائے جہاں معاملہ ”یک بام و صد ہوا“ کا ہو جاتے، وہاں لوگ سر سے سے باہر ہی کو آسیب زدہ سمجھنے لگتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اگر کسی کا اپنا ایک جداگانہ طرز فکر ہو تو وہ اس پر مثبت کلام کرے، بلکہ مثبت کام سے بہت زیادہ ضروری یہ ہے کہ جس کسی سے ان کا اختلاف ہو اس کے متعلق دو ایک بار اظہار رائے کافی نہیں بلکہ نت نیا تبری ضروری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بچے عقیدہ و مقصد کی محبت پر ہزار گنا زیادہ غالب ان لوگوں سے نفرت رکھنے کی بیماری ہے جن سے اختلاف ہو گیا۔ پھر ایسے اختلاف کا مریض ہر جگہ اپنی طرح کے مریضوں کی تلاش میں رہتا ہے، مگر نہیں جانتا کہ اس طرح کے مریضان منفیت کی بڑی سی فوج جمع کر لینے سے بھی کچھ نہیں بنتا۔

یہ ہیں مختلف دوائیوں میں اسلامیت کے مصائب جن کو پھیلانے کے لیے کچھ ماہرین ہر جگہ پس پردہ کام کرتے ہیں، گروہ میں شامل ہو کر بھی اور افراد سے عقیدت استوار کر کے یا ان کی خدمت کر کے بھی، اور کچھ ہاشیری کے ذریعے بھی۔

کتنا اعلیٰ اور مقدس دین سامنے ہے، کتنا عظیم الشان نصب العین مرکز توجہ ہے، کتنا بھاری اور

محنت طلب کام ہے، اور کیا حال زار ہے ہمارے محافظ اسلامیت کے پراگندہ ذہن جانباظوں اور سرگراں سپہ سالاروں کا!

یہ دور دور تک پھیلا ہوا دورِ تعطلِ اسلامی تحریکوں کے لیے ایک تاریخی مرحلہ معلوم ہوتا ہے۔ اس مرحلے کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس میں مخالف نظریات اور تخریبی فتنوں کو کام کرنے کے مواقع زیادہ وسیع پیمانے پر حاصل ہیں۔ خود اپنے یہاں ہی دیکھ لیجیے، حکومت کی صفوں سے لے کر قومی سیاست کے دائروں تک ہر جگہ مخالف و مزاحم عناصر زور پر ہیں۔ فرقہ وارانہ نزاعات کا دروازہ کھل گیا ہے۔ خواتین ہمک ہمک کر شریعت سے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہی ہیں۔ اُن کے آگے آگے ایسے وکل ہیں جو اپنے مفاد کے لیے شرعی عدالتوں کے قیام کے خلاف غوغا آرائی کر رہے ہیں۔ اخباری کالموں میں ہر قلم بردار نے بڑے اور چھوٹے تمام دینی مسائل کے پُزے اس طرح کھول کر رکھ دیئے ہیں کہ بس پورے سسٹم سے اعتبار اٹھ جائے۔ چمنستانِ ثقافت پر بھی ہوا آئی ہوئی ہے۔ اور سامعہ کے سامنے رشوت و خیانت اور جرائم و تشدد کا سلسلہ بھی عروج پر ہے۔

اور بندیوں سے ”اسلامی نظام“ — ”اسلامی نظام“ کا مبارک آوازہ بھی لمحہ بہ لمحہ بلند ہو رہا ہے۔

پاکستان اور دیگر ممالک کے رفقاء جلد حق سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کا مرحلہ آجانے پر جذبات اضطراب سے معاملہ نہیں سلجھتا۔ کرنا یہ چاہیے کہ :-
۱۔ کام کا جو راستہ بند ہے اس کے کھلوانے کی جدوجہد اس حد تک کریں جس حد تک ممکن اور قرین مصالح ملت ہو۔

۲۔ کام کے وہ دائرے جن کا دروازہ کوئی قوت بند نہیں کر سکتی۔ ان میں پہلے سے دس گنا زیادہ کام کیجیے تاکہ اس دورِ تعطل سے نجات کی جب بھی راہ نکلے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی افرادی قوت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ دعوت کے لیے نئے نئے میدان پیدا کیجیے، نئے گوشے (باقی بر صفحہ ۵۳)